Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:9 (1967)

رہنمائے اُصولِ فقہ

مترجم — طفیل احمد قریشی، رُکن ادارہ تحقیقات اسلامی

ابوالولید الباجی (۴۰۳ھ - ۴۷۴ھ) اُندلس کے مالکی فقہاء میں بڑے ممتاز تھے۔ ابو جعفر احمد المقتدر باللہ (المتوفی ۴۷۴ھ) کے دَورِ حکومت میں آپ شمالی اُندلس کے صوبہ سرقسطہ کے قاضی بھی رہے ہیں۔ "الاشارۃ فی اصول الفقہ" ان کی علمِ اصول فقہ میں مشہور کتاب ہے۔ اس کا صرف ایک نسخہ سکوریال لائبریری میڈرڈ (اسپین) میں موجود ہے جس کی مائیکروفلم ادارۂ تحقیقات اسلامی کے لئے حاصل کی گئی ہے، اور اسے ادارہ کی طرف سے ایڈیٹ کیا جا رہا ہے۔ اصول فقہ کی یہ کتاب جہاں اس حیثیت سے اہم ہے کہ اس کا صرف ایک قلمی نسخہ دنیا میں موجود ہے، وہاں اس کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب مختصر ترین بھی ہے، اور نفس مضمون میں جامع تر بھی۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں پانچویں صدی ہجری میں اصول فقہ کی مختلف (بالخصوص مالکی اصول فقہ کی) ابحاث کے جائزہ میں مدد ملتی ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اس کتاب کا اصل متن اور انگریزی ترجمہ شائع کر رہا ہے۔ یہاں کتاب کے چند ابتدائی صفحات کا اُردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

شرعی دلائل کی قسمیں

شرعی دلائل کی تین قسمیں ہیں:-

۱- اصل (بنیادی قسمیں)۔

۲- معقول الاصل (وہ قسمیں جنہیں اصل یا بنیادی اقسام سے سمجھا گیا ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴ - استصحاب حال (وہ قسمیں جن کے مطابق عصری تقاضوں یا بدلتے ہوئے حالات کو اپنایا جا سکتا ہے)۔

جہاں تک اصل کا تعلق ہے، وہ تین ہیں :-

(۱) کتاب اللہ (۲) سنتِ نبوی علیہ السلام (۳) اجماعِ اُمت -

معقول الاصل سے مراد خطاب کی روش (یعنی کتاب اللہ، سنت اور اجماعِ اُمت) سے مفہوم سمجھنا ہے۔(۱)

استصحاب حال کا مطلب دراصل عقلی بنیاد پر عصری اور نئے پیدا شدہ مسائل کا متذکرہ دو قسموں کی روشنی میں، جائزہ لینا ہے (۲)۔

کتاب اللہ

(۱) فصل - مجاز

شرعی دلائل کی تقسیم کے بعد کتاب اللہ پر گفت گو کی جاتی ہے۔ جسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :-

(۱) مجاز اور (۲) حقیقت -

مجاز" وہ لفظ ہے جسے اس کے حقیقی (موضوعہ) معانی کے علاوہ استعمال کیا جائے" اس کی چار قسمیں ہیں :-

۱ - زائد (الفاظ یا لفظ کا کسی جملے میں زیادہ استعمال ہونا) مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :

فبما نقضھم سو اُن کے عہد توڑنے پر (۳)

۲ - کم (الفاظ یا لفظ کا کسی جملے میں کم استعمال ہونا)۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان :

وسئل القریۃ اور بستی سے پوچھ (۴)

۳ - ترتیب کا بدل جانا، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ :-

الذی اخرج المرعیٰ فجعلہ غثاءً احویٰ ، جس نے چارہ نکالا اور اسے کوڑا کرکٹ کر دیا (۵)

---

۱ مصنف کی مراد اصول فقہ کا چوتھا اصول" قیاس" ہے۔ ۲ مصنف اس ضمن میں استصحاب حال کو "عقل اور اجماع" کے استصحاب کے دو حصوں میں تقسیم کر کے ترجیحات کے مختلف ابواب پر بحث کرتا ہے۔ ۳ سورہ المائدہ آیت ۱۳ لفظ "ما" یہاں زائد استعمال ہوا ہے۔ ۴ سورہ یوسف آیت ۸۲ لفظ "اھل" کی اس جگہ کمی کی گئی ہے۔ حاصل مراد وسئل اھل القریہ (یعنی بستی کے لوگوں سے پوچھ) ہے۔ ۵ سورہ الاعلیٰ آیت ۴ - ۵ -

۴۔ استعارہ :۔ مجاز کی اس قسم پر یہ آیات (۶) مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں :۔

i ۔ قل بئسما یامرکم بہ ایمانکم : "کہہ دیجئے تمہارا ایمان تمہیں بُرائی سکھاتا ہے "

ii ۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ : اور ان (والدین) کے سامنے پیار سے عاجزی کے کندھے جھکا "

iii ۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر : " بلاشبہ نماز بے حیائیوں اور بُرائی سے روکتی ہے "

چند فقہاء کا خیال ہے کہ مجاز (کا استعمال چونکہ) ضرورت کے وقت ہی ہوتا ہے اور ذاتِ باری تو کسی ضرورت سے بلند ہے (اس لئے مجازی معنی یا الفاظ کا قرآن میں کوئی وجود نہیں)۔ لیکن ہم اس (رائے) کو درست نہیں سمجھتے اس لئے کہ لغت کے ماہرین (فصحاء) مجاز کو اس وقت بھی استعمال کرتے ہیں جب کہ وہ دوسرے (حقیقی) الفاظ استعمال کر سکتے ہوں۔ (نہ صرف یہ بلکہ اس طریقہ کو) وہ بلیغ ترین خیال کرتے ہیں۔

ان فقہاء کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرآن چونکہ پورے کا پورا حق ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ایک چیز حق ہو، اور حقیقت نہ ہو۔ ان کی یہ دلیل بھی درست نہیں اس لئے کہ ایک طرح سے ضروری نہیں ہے کہ ایک بات حق تو ہو لیکن وہ حقیقت بھی ہو۔ چنانچہ یہ دونوں صورتیں (حق اور حقیقت) باہمی طور پر ضد ہوتی ہوئی بھی ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر جب آپ یہ کہتے ہیں کہ " گھر میں شیر ہے " (۷) حالاں کہ وہاں ایک بہادر شخص ہوتا ہے تو آپ کا یہ قول سچائی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن اگر آپ کہیں کہ " زید گھر میں ہے " اور وہاں کوئی نہ ہو تو آپ کا یہ قول کذب پر محمول ہوگا۔ چنانچہ ہمارے (مالکی) فقہاء میں محمد بن خویز منداد اور داؤد اصبہانی کا خیال ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ قرآن میں مجاز کا وجود ہے۔ باقی ہم (مجاز کے بارہ میں اپنی رائے تو) بیان کر ہی چکے ہیں۔

---

(۶) ان آیات کے لئے ملاحظہ ہو :۔ i ۔ سورہ بقرہ آیت ۹۳ ۔ ii ۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴ ، اور iii ۔ سورہ العنکبوت آیت ۴۵ ۔ ان آیات میں ایمانکم ۔ جناح الذل اور تنھی کے الفاظ استعارتاً استعمال کئے گئے ہیں۔

(۷) لفظ " شیر " کو اگر حقیقی معنی میں لیں گے تو قول غلط ہوگا لیکن اگر مراد " بہادر شخص " ہے تو صحیح ہوگا۔ اس طرح حق و حقیقت کے تضاد کے باوجود ان کا باہمی اجتماع ممکن ہو سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ فصل — حقیقت اور اس کی قسمیں

حقیقت" وہ لفظ ہے جسے اپنے (لغوی موضوعہ) معانی میں استعمال کیا جائے"۔ اس کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) مفصل (۲) مجمل

مفصل وہ لفظ ہے جس سے بلا کسی تشریح یا توضیح کے معنی مراد کا علم ہو جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) غیر محتمل (۲) محتمل

غیر محتمل وہ لفظ ہے جس سے سامع کو کلام کی غایت معلوم ہو جائے۔ غیر محتمل ہی نص (صریح) بھی ہے۔ مثلاً قرآن پاک کا (مطلقہ عورتوں کی عدت کے لئے) یہ حکم:۔

"والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثة قروء"

اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک انتظار کریں (۸)۔

چنانچہ یہ حکم (مطلقہ عورتوں کی عدت کے بارے میں) نص کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ لفظ ثلثة (تین) ایسا لفظ ہے جس کے بعد کسی اور بات کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ چناں چہ جب بھی غیر محتمل لفظ استعمال ہو تو اس پر عمل واجب ہو جاتا ہے سوائے اس کے کہ اُسے کوئی ناسخ یا معارض حکم رد کر دے۔

۲۔ فصل — محتمل

محتمل" وہ لفظ ہے جس میں دو یا اس سے زیادہ معانی کا احتمال پایا جائے"۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی صورت تو یہ ہے کہ آیت میں (کسی لفظ کے) محتملہ معانی دوسروں کے مقابلہ میں ظاہر نہ ہوں۔ مثلاً آپ لفظ "رنگ" کہتے ہیں۔ اس میں سفید، سیاہ اور سبھی دوسرے رنگ شامل ہیں حالاں کہ مراد صرف ان سب میں سے ایک ہی رنگ ہے۔ یا فرض کیجئے کوئی ایسا شخص جس کا حکم ماننا آپ کے لئے ضروری ہو، آپ سے کہتا ہے کہ "اس کپڑے کو رنگ دو"۔ اگر رنگ کا انتخاب آپ پر چھوڑ دیا جائے تب تو آپ کسی بھی رنگ میں رنگ کر حکم کی بجا آوری کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس کی مراد کوئی خاص رنگ سے ہے تو پھر آپ کے لئے اس وقت تک حکم ماننا مشکل ہو جائے گا جب تک کہ رنگ کا تعین نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ (اسی صورت کے پیشِ نظر) کسی کام کو پورا کرنے کے لئے حکم دیتے وقت بیان میں تاخیر جائز نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ (کسی آیت میں) محتمل لفظ کے سب معانی میں (جو کہ مراد لئے جا سکتے ہوں)

---

(۸) سورہ بقرہ۔ آیت ۲۲۸۔

کوئی ایک معنی زیادہ ظاہر ہو، جس طرح ظاہر اور عموم کے الفاظ میں ہوتا ہے۔

۴۔ فصل - امر

ظاہر الفاظ سے مراد ایسے الفاظ ہیں جن کو سننے کے بعد (فوری طور پر) وہی معنی ذہن میں آئیں جن کا ان الفاظ میں احتمال ہے۔ امر کے الفاظ بھی انہی میں سے ہیں جس طرح ارشاد باری تعالیٰ:-

i:- اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ : نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو (۹)۔

ii:- واقتلوا المشرکین : اور شرک کرنے والوں کو قتل کرو (۱۰)۔

چنانچہ یہ (اور ایسے ہی دوسرے الفاظ) جب استعمال ہوتے ہیں تو (سامع) ان سے حکم ہی مراد لیتا ہے۔ علاوہ ازیں امر کو ان (مندرجہ ذیل چار معنی (۱۱) میں مراد لینا بھی جائز ہے۔

i:- اِباحت (یعنی کسی چیز کی اجازت دینے کے معنی میں) مثلاً فرمانِ خداوندی:-

واذا حللتم فاصطادوا : "اور جب تم احرام سے نکلو تو شکار کرو" (۱۲)۔

ii:- تعجیز (کسی کو عاجز کرنے کے معنی میں) مثلاً فرمانِ ایزدی:-

کونوا حجارۃ اوحدیداً : "تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا" (۱۳)

iii:- تہدید (دھمکانے اور خوف دلانے کے معنی میں) مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد:-

اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر : "جو تمہارا جی چاہے کرو لیکن یہ یاد رکھو کہ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اسے وہ دیکھتا ہے" (۱۴)۔

iv:- تعجب (حیرانی کے اظہار کے معنی میں) مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:-

---

(۹) سورہ بقرہ آیت ۴۳، (۱۰) سورہ توبہ آیت ۵، (۱۱) احناف کے ہاں امر ان اٹھارہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایجاب[1]، ندب[2]، تادیب[3]، ارشاد[4]، اباحت[5]، تہدید[6]، امتنان[7]، اکرام[8]، تعجیز[9]، تسخیر[10]، اہانت[11]، تسویہ[12]، دعا[13]، تمنی[14]، اعتقاد[15]، تکوین[16]، تعجب[17]، اخبار[18]، (۱۲) سورہ المائدہ آیت ۲،

(۱۳) سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۰ منکرینِ قیامت کو جواب دیتے ہوئے اس آیت میں ان کے اس عجز کا اظہار کیا گیا ہے کہ خواہ مرنے کے بعد وہ پتھر کے ہو جائیں یا لوہا بن جائیں انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ (۱۴) سورہ حٰم السجدہ آیت ۴۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اسمع بھم وابصر یوم یاتوننا ؛" ان کا حال سُن اور دیکھ جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے" (۱۵)۔

ان مختلف مثالوں میں امر ظاہر تر ہے۔ چنانچہ جب تک کوئی قرینہ رد نہ کردے ظاہر الفاظ کو امر پر محمول کیا جائے گا۔ اور جب کسی قرینہ کی وجہ سے الفاظ کے معنی امر کے علاوہ اور کچھ مراد ہوں تو اس قرینہ کے مطابق ان (الفاظ ظاہر) کا مفہوم مراد لیا جائے گا۔

۵۔ فصل ــــ امر واجب اور امر مندوب

امر کے مختلف معانی پر گفت گو کرنے کے بعد امر کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ "امر اس کی برتری، تاکید اور طاقت کی وجہ سے کسی کام کے کرنے یا کسی بات کے لئے کہنے کے تقاضے کو کہتے ہیں"۔

امر کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) واجب اور (۲) مندوب الیہ۔

امر واجب اس حکم کا نام ہے جس کا ترک کرنا (شریعت میں) قابلِ مواخذہ ہے جس طرح ارشاد باری تعالےٰ:۔

اقیموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ : "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو" (۱۶)۔

مندوب الیہ (یا امر استحباب) وہ امر ہے جس پر عمل کرنا تو باعث ثواب ہے لیکن اس کا ترک کرنا قابلِ مواخذہ نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:۔

فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا واتوھم من مال اللہ الذی اتاکم : "تم اگر بہتر سمجھو تو ان (غلاموں) سے مکاتبت (کا معاہدہ) کرو اور انہیں خدا کے مال میں سے جو اُس نے تمہیں دیا ہے کچھ دو" (۱۷)۔

امر کا لفظ (عبارات میں) مندوب (استحباب) کے مقابلے میں وجوب کا اظہار زیادہ کرتا ہے۔ اس لئے جب بھی (کسی عبارت میں) امر کا لفظ کسی قرینہ کے بغیر استعمال ہو تو اسے وجوب ہی سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر کسی قرینہ یا دلیل سے یہ لفظ مندوب ہونے کی طرف اشارہ کرے تو پھر اُس کا اطلاق امر مندوب

---

(۱۵) سورہ مریم آیت ۳۸۔ (۱۶) سورہ بقرہ آیت ۴۳۔ (۱۷) سورہ نور آیت ۳۳۔ اس آیت میں مکاتبت کے معاہدے کو فرض کی بجائے امر استحباب کے طور پر ظاہر کیا گیا ہے۔

(یا استحباب) پر کیا جائے گا۔

قاضی ابو بکر کا خیال ہے کہ امر کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتے۔ نہ تو اسے وجوب پر اور نہ ندب پر محتمل سمجھا جائے بلکہ دونوں میں اس وقت جو مفہوم مراد ہو (خواہ وجوب ہو یا ندب) اور اس کی دلیل موجود ہو تو اس کا اطلاق اس (دلیل) کے مطابق کیا جائے۔ اس کے برعکس ابو الحسن بن المساب کی رائے یہ ہے کہ لفظ امر کو ندب پر محمول خیال کرنا چاہیئے، لیکن جب دلیل یا قرینہ سے اس (لفظ امر) کے وجوب پر دلالت کرنے کی نشان دہی ہو جائے تو اسے اس پر محمول سمجھا جائے۔

لیکن ہماری دلیل اس سلسلے میں قرآن پاک کی یہ آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ ابلیس سے کہتا ہے کہ:۔ ما منعك ان تسجد اذا امرتك: "تجھے سجدے سے کس بات نے روکا جب کہ میں نے تمہیں حکم دے دیا تھا" (١٨)۔

جب ابلیس نے آدم کو سجدہ کرنے کے حکم کی بجا آوری نہ کی تو اسے قابل مواخذہ سمجھا گیا۔ اس لئے کہ اگر لفظ امر (اسجد لزوم یعنی آدم کو سجدہ کرو) وجوب کا متقاضی نہ ہوتا تو مواخذہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ کیوں کہ جب کوئی فعل واجب ہی نہیں ہوا تو اس کا ترک کرنا قابل مواخذہ کیسے ہو سکتا ہے۔

(٦) فصل ــ امر مطلق

امر مطلق فوری طور پر کسی فعل کو کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔ محمد بن خویز منداد نے کہا ہے کہ مغربی (اندلسی) مالکیوں کی یہی رائے ہے۔ چناں چہ قاضی ابو بکر نے بھی اسی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ لیکن بغداد کے مالکی علماء کا خیال یہ ہے کہ امر کسی کام کے فوری کرنے کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ اِفعَل یا کرو کہنا محض تخاطب کا اظہار کرنا ہے، جس طرح کسی کام کے ہونے میں وہ (معیّنہ) وقت بھی شامل ہوتا ہے۔ فرض کیجئے ایک شخص یہ اطلاع دیتا ہے کہ وہ کھڑا ہے۔ چنانچہ اگر اس کے کھڑے ہونے میں تاخیر ہو جائے تو بھی اسے جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح ایک شخص کو کھڑا ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اگر اس کا کھڑا ہونا حکم دینے کے بعد (کچھ دیر سے) پایا جائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے حکم نہیں مانا۔

چناں چہ (ہماری دلیل کے) ثبوت کے بعد یہ اصول مرتب کیا جا سکتا ہے کہ تاخیر سے ادا کئے جانے والے واجب کی حیثیت یہ ہے کہ وہ اپنے وقت پر ادا کیا جا رہا ہے سوائے اس کے کہ مخاطب کو یہ

(١٨) سورہ الاعراف، آیت ١٢

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھی طرح یقین نہ ہو جائے کہ (اس کی اس تاخیر سے) فعل ہی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ مکلف کے حکم کی بجا آوری میں تاخیر کے جواز کی مثال بالکل اس حاکم کی سی ہے جو کسی مجرم کو۔ اور ایک استاد اپنے شاگرد کو اس گمان غالب پر سزا دے رہا ہو کہ وہ ھلاک نہیں ہو جائے گا۔ چناں چہ اگر اس کی ہلاکت کا گمان غالب ہو تو اس قسم کی سزا دینا حرام ہو جاتا ہے۔

۷۔ فصل ۔ امر واجب کی تنسیخ :-

جب امر واجب منسوخ ہو جائے تو جواز پر اس کا استدلال کرنا درست ہو گا۔ لیکن ہمارے چند علما جن میں قاضی ابو محمد بھی ہیں اس (قسم کے استدلال) کو جائز نہیں سمجھتے ۔ ہماری دلیل اس سلسلے میں یہ ہے کہ کسی کام کو کرنے کا حکم اس (کام) کے واجب اور جائز ہونے کا متقاضی ہوتا ہے۔ گویا جائز کی لزومیت تو بدیہی ہو جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک کام جو جائز ہو ضروری نہیں کہ واجب بھی ہو، لیکن اس کے برعکس یہ محال ہے کہ ایک کام واجب تو ہو اور جائز نہ ہو ؟ کیوں کہ کسی ایسے کام کا حکم نہیں دیا جا سکتا جو جائز نہ ہو۔ جائز ہونے سے مراد یہاں شرعی اعتبار سے درست ہونا ہے۔ چنانچہ اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ (اگر امر واجب منسوخ بھی ہو جائے تو) وجوب کی تنسیخ سے باقی حکم یعنی اس کے جواز کی صورت قائم رہتی ہے کیوں کہ نسخ کا تعلق جواز سے نہیں صرف وجوب ہی سے ہے۔

○